ڈھول

اشفاق برادر

مکان نمبر 132/15، بابو پوروہ، کانپور (یوپی)، موبائل: 7499646978, 6394647367

میں نے سوچا پہلے کھانا کھالیا جائے اس کے بعد کپڑوں میں پریس کروں گا۔کل مجھے کالج جانا ہے اوراپنا وظیفہ فارم بھر کر داخل کرنا ہے۔میں محسوس کررہا ہوں کہ مجھ میں لاپروائی کئی طرح سے حاوی ہوتی جارہی ہے۔ پڑھنے کے علاوہ زیادہ تر وقت سیر سپاٹے میں گزر رہا ہے۔ بھیڑ بھاڑ کے علاقے میری پسند کے ہوتے جارہے ہیں۔ جسموں کے ٹکرانے میں لطف کے کیا کہنے، جان بوجھ کر میں اچانک مُڑ جاتا ہوں اوررک بھی جاتا ہوں، تصادم تو ہونا ہی ہے، گھورتی ہوئی دلفریب نگاہیں، بڑبڑانے کا عمل، دیکھ کر چلو۔ میں مسکراتا، شرمندگی ظاہر کرتا ہوا آگے بڑھ جاتا ہوں۔ یہ میرا روز کا مشغلہ بن چکا ہے۔

انٹر کا امتحان قریب ہے مگر مجھ میں شوقِ پھول ہر لمحہ کھلنے کو بیتاب۔خوشبوؤں کی چاہت نے میرے اندر تڑپ کے بادل بھر دیے ہیں اورمیرا وجود مسلسل گھومنا پھرنا چاہتا ہے، کشش کیا ہوتی ہے؟ اورکہاں تک ساتھ جاتی ہے، میں اتنا کھوچکا ہوں کہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔

یار پڑھنا شروع کردو۔ وقت نکلا جارہا ہے، راقم روز مجھ سے کہتا، لیکن میں اپنی دُھن میں مست، بہاروں کی تلاش میرے ذہن کو رِجھاتی رہتی۔ رات کو دیر سے سونا، دس گیارہ بجے دن کو اٹھنا میرا معمول ہوتا جارہا ہے، میرے کئی ساتھی مجھ سے ناراض مگر میں اپنے دل سے مجبور۔ بازاروں میں گھومتا، چوراہوں پر کھڑا رہتا۔ تفریح گاہوں میں جاتا۔ بسوں اورٹمپو میں بیٹھتا۔لمس کی تلاش میں مارا مارا پھرتا۔لمحاتی سکون کا احساس مجھے ہرحال میں چاہئے۔

اسی درمیان میری شکایت ابّا حضور کے کانوں تک پہنچ گئی اور انھوں نے مجھے فوراً بلالیا، میں نے امتحان کی دوہائی بھی دی مگرایک نہ چلی۔ مجھے گھر جانا ہی پڑا۔ وہاں جا کر جو میرا حال ہوا۔ میں کس طرح سے بیان کروں سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔

شادی کی زنجیروں سے جکڑا جانا ہے نہیں، نہیں کی صدائیں خاموش کردی گئیں سخت الفاظ کے تمام تیر برسائے گئے وہ الگ.....وہ انداز سامنے آئے کہ سارے خوشبو دار پھول فوت ہوگئے۔ میں ایک دن چپکے سے اپنی بہن کے یہاں چلا آیا جو میرے گھر سے کچھ دوری پر رہا ہوگا۔ایک کہرام مچ گیا۔بہن تک خبر آگئی کہ بشیر کہیں چلا گیا ہے شادی کے ڈر سے، میری بہن نے بتایا کہ بشیر میرے یہاں ہے، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

ایک ہفتے تک میں اپنی بہن کے یہاں رہا۔ ہر روز یہی سوال سننا پڑتا کہ تو شادی کہاں کرنا چاہتا ہے مجھے تو بتا، میں کیا بتاتا۔بس یہی کہتا رہا کہ ابھی نہیں کروں گا، مگر میں کہاں تک بھاگتا؟ مجھے کہنا پڑا کہ انٹر کا امتحان دے لینے دو پھر جو چاہے کرلینا مجھے انکار نہیں ہوگا۔کہہ تو دیا میں نے، لیکن میرے ذہن میں ایک طوفان تھا جو مجھے ہر لمحہ بے چین وبیقرار کیے رہتا۔

میں جہاں بھی جاتا میرے ساتھ ایک خوشبو رہتی جو مجھے مضطرب کرتی رہتی۔حسین وادیوں کی جانب قدم بڑھاؤ۔جسموں کو آغوش میں بھرلو،ٹکراؤ تاکہ چنگاریاں نکلیں۔گھائلوں کو جلا ملے۔طلب نے مجھے مجبور کررکھا تھا۔ کستوری ہرن کی طرح میں کبھی یہاں تو کبھی وہاں، میرے پیر ایک جگہ رکنے کو تیار نہیں، مجھے کھانے پینے کا ہوش نہیں، کپڑے ضرور بہترین ہوں اورجوتوں میں پالش ہو۔

میں اپنے وعدے کو بھول رہا تھا۔اس پر مجھے کوئی خجالت بھی نہیں تھی ہاں۔ دل ودماغ میں ابّا حضور کا خوف ضرور ایک کونے میں

موجود۔ جو مجھے الارم کی طرح بیدار رکھنے کی کوشش کیا کرتا مگر واہ رے میری کیفیت، میں برساتی پانی کی طرح نالیوں میں بہہ رہا تھا جہاں غلاظت کے انبار ساتھ ہوتے..... میں بھی وجود کے بے رنگ راستے کا مسافر بن رہا تھا۔ کوشش کرتا اپنا رنگ جدا بنالوں، لیکن تیز بہاؤ نے ساری تدبیریں صفر کر دیں۔

دوڑتے دوڑتے میں تھک کر چور ہو گیا، بیٹھ کر میل کو صاف کرنے لگا لیکن کوئی فرق نمایاں نہیں، چہرے پر سیاہی دبیز ہو چلی تھی کیا کروں؟ اب نکلنا ہی ہوگا۔ جاؤں کہاں؟ امتحان ہو چکے تھے مجھے تو گھر پر ہونا چاہیے۔ ابّا حضور پر کیا گزر رہی ہوں گی، اماں حضور رو رو کر سجدے میں سر رکھ کر پڑی ہوں گی، بہن سخت ناراض ہوگی جہاں شادی طے کی گئی تھی وہاں بھی میرے گھر جیسا ہی ماتم چھایا ہوگا۔ قیامت تو نہیں مگر قیامت ہی ہوگی۔

ہائے، اب میں کیا کروں؟

جسم کی تسکین نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا؟

میری منزل تو کچھ اور تھی مگر ہو کچھ اور گئی۔ کس منہ سے گھر جاؤں؟ میری بربادی کے قصّے تو زبان زد ہو گئے ہوں گے۔ ابّا حضور کس حال میں ہوں گے۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں، لیکن اپنی بات.... نہیں، نہیں۔ میں زور سے چلّا پڑتا.... میں ابّا حضور کی بات ہر حالت میں مانوں گا تاکہ وہ کسی کے سامنے بے عزت نہ ہوں۔ ان کا وقار، ان کی شان بنی رہے، اسی میں بھلائی ہے مجھے گھر جانا ہوگا۔ ہر حالت میں۔

مگر اب وہاں تو کچھ نہیں ہے سوائے ویرانے کے، معلوم ہوا کہ ابّا حضور اپنی بے عزتی برداشت نہیں کر سکے اور انھوں نے خودکشی کر لی، اماں حضور یہ منظر برداشت نہیں کر سکیں، وہ بھی نہیں رہیں.....

سارے چہرے بدل چکے تھے، میری ذرا سی غلطی نے مجھے یتیم کر دیا سارا رتبہ خاک میں شامل ...... کتنا بدنصیب ہوں.... یہ سب دیکھ وسن کر بھی زندہ بچا ہوں۔ مارے شرم کے میں قبرستان بھی نہیں جا سکا اور دوڑتا ہی چلا گیا، دوڑتا، دوڑتا مٹی کا ڈھیر بن گیا۔

سارے خواب جہاں سے اُگے تھے وہیں جا پہنچے۔

میں آج بھی اُڑ رہا ہوں مگر دھول کی شکل میں جانے یہ سفر کب ختم ہوگا مجھے نہیں معلوم.... شاید میری یہی سزا ہے کہ بس میں اڑتا رہوں۔ بھاگتا رہوں.....

◆◆◆

ضروری گزارش

قلمکار حضرات سے گزارش ہے کہ ''ایوانِ اردو'' دہلی اور ''بچوں کا ماہنامہ اُمنگ'' سے متعلق اپنی تخلیقات، تبصرے اور خطوط صرف درج ذیل ای۔میل پر ہی روانہ فرمائیں۔

E-mail: aiwaneurduumangdelhi@gmail.com

قابل توجہ

● ''ایوانِ اردو'' اور ''بچوں کا ماہنامہ امنگ'' میں مضامین اور دیگر نگارشات بھیجنے والے قلمکار حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنے قلمی نام کے ساتھ ساتھ اپنا انگریزی میں نام، مکمل پتہ اور فون نمبر ضرور لکھیں۔ بصورت دیگر ادارہ آپ کی تخلیق شائع کرنے سے قاصر رہے گا۔ — ادارہ